ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

پروفیسر ڈاکٹر منصور احمد قریشی ❁
مقدر حسین ❁❁

راجندر سنگھ بیدی کے کرداروں کا نفسیاتی جائزہ

Psychological Analysis of characters written by Rajinder Singh Bedi

By *Prof. Dr. Mansoor Ahmad Qureshi, Prof. of Urdu, National College of Business & Economics, Multan.*

Muqaddar Hussain, Asst. Prof. Urdu, Govt. Graduate College, Mian Channu.

Abstracts

Rajendra Singh Bedi is one of the foremost fiction writers of Urdu. And he has maturity and depth of art. There is also a deep observation of life and a profound study of human nature and psychology, and his stories contain artistic rarity, intelligence and social consciousness and leave a lasting impression on the mind. His stories are also said to be reminiscent of the great Russian novelist Chekhov. There is no doubt that Bedi's stories are artistically unique. They have all the features of a good story. The layered psychology of the characters to portray the innocent pain and sufferings of their characters and their innocent actions are the features of Bedi's fiction that distinguish them from their contemporaries. By Rajinder Singh Bedi, he explores Punjab's civilization and culture, thought and social style, the introspection of characters, the intricacies of psychology, philosophical reflections, the reflection of sexual feelings and the sense of

❁ پروفیسر اردو، نیشنل کالج آف بزنس اینڈ اکانومکس، ملتان
❁❁ اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، میاں چنوں

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

greatness in poverty, with deep thought. Bedi has written several fictions on the sanctity of woman and her own ego. Bedi's Aurat is different from other Urdu fiction writers. The feelings, emotions and psychology of a mother, sister, daughter, lover, friend, and wife, that is, the combination of all internal conditions is visible. Also, Bedi has created the character of a woman in his own unique way. One of the qualities of Rajinder Singh Bedi is that he reaches the depths of the bitter facts of life but does not let the control and balance slip from his hand in illuminating them. It is for this reason that the reader cannot remain creatively involved in his fiction. As a result, the reader's thinking, and insight increases. The purpose of literature is also that it should not be just to get pleasure but to create vision in the reader. Bedi makes the small and seemingly insignificant events of the society the subject of his fictions but takes them down to the depths of the reader's mind with a great whip hand. While portraying these kinds of events, they make a profound observation of life. Because Bedi is adept at understanding and solving the hidden realities and complex problems of society, his fiction also educates and civilizes the reader.

Keywords: Rajendra Singh Bedi, Psychology, Emotions, Civilization, Society etc.

جس طرح زمانہ وقت کے ساتھ ترقی کرتا ہے اسی طرح نفسیات کے علم میں ترقی کے ساتھ اس کا مفہوم بھی وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔ آغاز میں یہ علم صرف نفس کا مطالعہ تھا لیکن جلد ہی اس علم کو دماغی مطالعے کا علم سمجھا جانے لگا۔ سائنس صرف ان چیزوں کو قابل قبول سمجھتی ہے جن کو پرکھا جائے، تجربہ کیا جائے یا اس کا مشاہدہ کیا جائے۔ بالکل اسی طرح جدید ماہرین نے اس علم کو ذہنی مطالعے کی بجائے شعور کا علم قرار دیا۔

لیکن آجکل جدید ماہرین نے اس علم کو انسانی کردار کے مطالعے کی حیثیت دی ہے۔ نفسیات کی اس تعریف میں انسانی کردار کے تمام پہلوؤں کی شعوری اور غیر شعوری حالتیں اور افعال و اعمال شامل ہیں اس سے مراد وہ افعال جو ظاہری طور پر نظر آتے ہیں، وہ ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اندرونی حالتیں مثلاً احساسات، تجربات، مشاہدات، جذبات، تصورات و تفکرات وغیرہ ہیں۔ اس کا مطلب کہ نفسیات بھی ایک سائنس ہے۔ جو انسان کے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کردار اور اس کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کرتی ہے۔ جس کا تعلق انسانی شخصیت اور اس کے کردار اور اس کی حالتوں سے ہے۔ سید محمد حسن اپنی کتاب "ابتدائی نفسیات" میں رقم طراز ہیں۔

> انسان کے افعال اور اس کے تجربے اور کردار سے متعلق مختلف حقائق کا ایک ترتیب وار بیان انسان کی تشریح ہے۔ لیکن ہاں کسی دوسرے انسان کے تجربے، بلاواسطہ مشاہدہ نہیں کر سکتے ہم اسے صرف اس کے کردار ہی سے جان سکتے ہیں۔[۱]

جدید دور میں ماہرین نفسیات نے مشاہدے کو بھی نفسیات کے ضابطے کا لازمی حصہ قرار دیا ہے اور حقیقت میں خارجی مشاہدہ ہی نفسیات کا آئین یا اصول ہے۔ ایک ماہر نفسیات ہی مختلف شخصیات کے کردار اور بیانات کا مشاہدہ کرتا ہے تو مطلوبہ شخص اپنے ذہنی افعال اسے بہم پہنچاتے ہیں اور ایسا بیان لسانی کردار کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ گفتہ زبان میں ادا ہوتے ہیں جب ماہر نفسیات کسی کردار کی قدرتی حالتوں کو جانچتا ہے تو اس جانچنے اور مشاہدے کو "نظریاتی مشاہدے" کا نام دیا جاتا ہے۔ سید محمد حسن لکھتے ہیں:

> نفسیات انسان کے کردار کا ترتیب وار بیان اور اس کی تشریح ہے لیکن ہم کسی بھی شے یا واقع کو بیان نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ ہم اس شے یا واقع کا مشاہدہ نہ کر چکے ہوں۔
> انسان کے کردار کو بیان کرنے کے لیے بھی ہم کو انسانی کردار کا مشاہدہ کرنا ہوگا۔ اسی وجہ سے مشاہدہ کو نفسیات کا قاعدہ کہا جاتا ہے۔[۲]

انسانی کردار کی توضیح و تفسیر میں انسانی افعال کا کردار بہت بڑا ہے کیونکہ انسانی افعال کو جانچنے سے ہی انسان کے افعال کا پتا چلے گا کہ ایک افعال کا دوسرے سے کیا تعلق ہے اور ان کے واقع ہونے کا انکشاف انسانی کردار کی تشریح کر سکتا ہے۔

ماہرینِ نفسیات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ صرف خارجی مشاہدے کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے۔ اگر ایک انسان غصے میں ہے تو ظاہری طور پر اس میں یہ علامتیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ کہ اس کا چہرہ سرخ آنکھیں پھٹی ہوئی اور ہونٹ تیزی سے حرکت کر رہے ہیں۔ وہ چیختا چلاتا ہے، توڑ پھوڑ کرتا ہے تو اس کے ان افعال کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ وہ غصے میں ہے اور اگر تو خاموش اور چپ چاپ بیٹھا ہے تو ہم اس انسان کے افعال و اعمال کے متعلق زیادہ نہیں جان سکیں گے۔ ممکن ہے وہ کسی خاص ذہنی کیفیت میں مبتلا ہو۔ در حقیقت علم النفس انسان کی فطرت کا مطالعہ ہے۔ ہم اس کے کردار کے ذریعے انسان کی فطرت کو سمجھ سکتے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ہیں۔

شعبہ نفسیات میں مطالعہ کیا جاتا ہے کہ جیسے جیسے ایک آدمی پہلے بچہ، پھر جوان اور اس کے بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اس کا کردار بھی ہر سیڑھی بدلتا جاتا ہے اور اس شعبہ کو ارتقائی شعبہ کہا جاتا ہے۔ آج کے دور میں ادب اور نفسیات کے رشتے کو واضح کرنے کے لیے ہمیں نظریات کے مطالعے اور تجربے کی ضرورت پہلے سے کئی گناہ زیادہ ہے۔

ادبی مسائل کو موضوع گفتگو بنانے کے لیے مذہبی، سیاسی، اخلاقی، سماجی اور سائنسی نکات ہر دور میں اٹھائے جاتے رہے ہیں لیکن اس حقیقت سے ہم بھی منحرف نہیں ہوسکتے کہ جب کبھی کسی ادیب کی شخصیت اور اس کی تخلیقی عمل پر بحث ہوگی تو نفسیات کا ذکر لازمی ہوگا۔ انسان کا ہر شعوری عمل بنیادی طور پر اس کے ذہن سے وابستہ ہے۔ تو اس کی ذہنی ساخت اور ذہنی عمل کا مطالعہ اس کے اس تخلیقی عمل کو سمجھنے میں فائدہ مند ہوگا۔ لہٰذا نفسیات کا علم ہی وہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے ہم ادیب کا مطالعہ اس کی مثالی حیثیت اور انفرادیت کے ساتھ اس کے تخلیقی عمل کا راز بھی جان سکتے ہیں۔ شکیل الرحمٰن ادب اور نفسیات میں رقم طراز ہیں:

> آرٹ بھی ماہر نفسیات کے ہاں ایک راستہ ہے جس پر فن کار صرف اپنی دبی ہوئی خواہشات اور تمناؤں کی تکمیل اور تسکین کی خاطر جنھیں سماج کی اخلاقی قدریں تکمیل دینا چاہتی ہیں۔ اور یہ کتنے رجعت پسند خیالات ہیں۔ (۳)

تحلیل نفسی کا نظریہ بھی بہت مقبول ہے اور علم نفسیات کا حصہ ہے۔ سیگمنڈ فرائڈ کے اس نظریے کے ذریعے دماغی اور ذہنی تجزیہ ہوتا ہے۔ جب اس تجزیے کو شہرت ملی تو ادیبوں اور فن کاروں کو جانچنے کے لیے بھی اس کا استعمال کیا جانے لگا۔ فرائڈ کا خیال تھا کہ شخصیت انسان کے سماجی دباؤ اور رشتوں کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ تحلیل نفسی کی اہمیت اور افادیت کے لیے پروفیسر کلیم الدین رقم طراز ہیں:

> فرائڈ نے بڑی وضاحت سے بتایا ہے کہ کس کس طرح ایک فن کار اپنے واہموں کی عمارت اٹھا اٹھا کر اس شخصی چیز کو اپنے قوت اظہار سے آرٹ کا ایک غیر شخصی اور ہمہ گیر روپ بخش سکتا ہے اور اسے دیدہ زیب و دل رس بنا سکتا ہے کہ دوسرے بھی اس کی تمنا کرنے لگیں۔ (۴)

پروفیسر صاحب کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ فن کارانہ جذبہ و تحریک ایک قدرتی چیز ہے اور فن کار کے متعلق جو بات مشہور ہے کہ وہ ابنارمل ہوتا ہے۔ درست نہیں ہے۔ ایڈلر نے بھی اس موضوع کو تفصیل سے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

بیان کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جس چیز کے متعلق ہم شعور حاصل کرنا چاہتے ہیں دراصل وہ ہماری برتری کے احسا س کی تکمیل ہے۔ شکیل الرحمٰن اپنی تصنیف ''ادب اور نفسیات'' میں لکھتے ہیں کہ:

> لاشعور ایک ایسا کھنڈر ہے جس میں بھدی اور ناکارہ چیزیں ڈال دی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود بھدی اور ناکارہ چیزیں ضائع نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ کھنڈر انھیں محفوظ رکھتا ہے تاکہ انسان ان بھدی اور بھونڈی چیزوں کے جذباتی تعلق کو کسی قسم کا صدمہ نہ پہنچ سکے۔[۵]

ایڈلر کے نزدیک جنسی خواہشات کی بجائے طاقت و قوت حاصل کرنا زیادہ اہم ہے۔ اس کی توجہ کا مرکز بچے ہیں۔ جن کو احساس کمتری پریشان کرتی ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس سے ان میں اور دوسرے سنجیدہ قسم کے مسائل پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ شکیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ:

> تحلیلِ نفسی کے تحت ادیب کو ان مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور وہ لاشعور کی نئی دنیا کی از سرِ نو تکمیل کرنے پر مجبور ہونے کے باعث تکنیک کے نئے تجربے کرتا ہے۔ ایسی تحریروں کو ان کے الفاظ کی بجائے ان کی تفسیر سے سمجھنا ضروری ہو گیا ہے۔ اس طریقے سے متاثر سب سے زیادہ اہم تکنیک شعور کا بہاؤ ہے۔[۶]

تحلیلِ نفسی کی یہ تکنیک نہ صرف مشکل اور صبر آزما ہے بلکہ غیر مقبول بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب میں چند گنے چنے افسانہ نگاروں نے اس تکنیک کا استعمال کیا ہے۔ ۱۹۳۵ء کے بعد اردو افسانہ بہت تیزی سے ترقی کی منازل طے کرتا گیا۔ لیکن نفسیاتی تجربے کے تجربے ناپید رہے۔ ۱۹۴۰ء کے دور میں چند نووارد افسانہ نگاروں کی تخلیقات میں نفسیات کی چھوٹی چھوٹی دھاریں ملتی ہیں۔

ان میں قابلِ ذکر نام عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، منٹو، محمد حسین عسکری، ممتاز مفتی، ابوالفضل صدیقی اور پریم چند کے ہیں۔ ان سب میں سے نمایاں نام راجندر سنگھ بیدی کا ہے۔ جس نے اپنے افسانوں میں کرداروں کے ذریعے گہرا نفسیاتی تجزیہ پیش کیا ہے۔ ان کے کرداروں کی جذباتی، نفسیاتی زندگی، بیرونی حالات کی پیداوار ہے۔ ان کے افسانوں میں حقیقت کا ایک ہی رخ نظر آتا ہے۔ عمل کا تصادم کم نظر آتا ہے۔ جو نفسیاتی تجربے میں ملتا ہے۔ بیدی کے افسانوں کے کردار سماجی حیثیتوں سے نہ صرف ابھرتے ہیں بلکہ ان میں زندگی کے بڑھتے ہوئے مسائل کا شعور بھی موجود ہے۔ بیدی نے اپنے کرداروں کے ذریعے زندگی کے اجتماعی کرب کے احساس نفسیاتی مسائل اور معاشی استحصال کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ ان کے افسانے سطحی یا واقعاتی نہیں بلکہ گہرائی

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اور حقیقت کی چادر اوڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شہناز نبی رقم طراز ہیں:

> بقول منٹو لکھنے سے پہلے سوچتا ہے لکھنے کے درمیان سوچتا ہے اور بعد میں سوچتا ہے۔ بیدی ایک ایسا فن کار جو دبے دبے اور کھردرے لفظوں میں مگر ٹھونک بجا کر چول سے چول بٹھا کر اپنی بات کرتا ہے۔ جس سے اس کا قاری نامانوس ہوتے ہوئے بھی اکتاتا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے افسانے پڑھنے کے بعد اپنے ذہن پر بہت دیر تک افسانے کی نفسیاتی گتھیوں کی خراشیں محسوس کرتا ہے۔(۷)

بیدی کے خیال کے مطابق ہر انسان کے اعمال کی جذباتی تحلیل اور نفسیاتی طویل ممکن ہے۔ عام طور پر تخلیقی ادب میں اس طرح کے فلسفیانہ خیال کے زیرِ اثر فن کار شاعری کی مبالغہ آمیزی رنگینی اور فلسفہ کی خشکی میں کھو جاتے ہیں۔ لیکن بیدی ان سے اپنے دامن کو صاف طور پر بچا لیتے ہیں۔ ان کے تمام کردار جذباتی اور نفسیاتی زندگی اور حالات کی پیداوار ہیں۔ نفسیاتی کرداروں اور واقعات میں گہرا ربط ہے۔ نفسیاتی نقطہ نظر سے بیدی جس نظریہ سے چیزوں کو دیکھتے پرکھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہو بہو بیان کر دینے کے خلاف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ چیزیں جو نظر آتی ہیں ویسی نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت کے برعکس چھپی ہوئی زیادہ ہوتی ہیں۔ اور بیدی اسی چھپی ہوئی حقیقت کو ظاہر کرنے میں ماہر ہے۔ وہ اپنے کرداروں کی ظاہری خوب صورتی اور دلکشی کے برعکس وجدانی اور نفسیاتی کیفیت پر زور دیتے ہیں۔ جو مشاہدہ کرتے ہیں اس کو اپنے تخیل اور فکر سے جذباتی اور نفسیاتی رنگ چڑھا کر گہرائی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکیسویں صدی میں بیدی کے افسانے موجودہ حالات کی نفسیاتی کیفیات کے ترجمان معلوم ہوتے ہیں۔ بیدی نے مدھم لب و لہجے کے ساتھ اپنے کرداروں کے ذریعے انسان کے نفسیاتی لمحوں کی خوب صورت عکاسی کی ہے۔ بیدی کی کہانیاں کسی خاص دھماکے پر نہیں بلکہ نفیس اور شفاف خنک پر ختم ہوتی ہیں۔ جو ذہن کے سامنے ایک لکیر بناتی ہوئی گزر جاتی ہے اور احساسات ہمارے ارد گرد بکھر جاتے ہیں اور سوالات سر اٹھانے لگتے ہیں جو ہمیں شعور اور قائم شدہ اقدار کی تحقیق کرنے پر ابھارتے ہیں۔

بیدی نے کردار کی تفہیم میں نفسیاتی ترجیحات کو سر فہرست رکھا ہے۔ بیدی نے کرداروں کے ذریعے نفسیاتی زندگی کے بنیادی رازوں تک پہنچنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔ راجندر سنگھ بیدی کے کرداروں کے متعلق وارث علوی رقم طراز ہیں:

> بیدی کی کہانیوں کا مرکزی کردار بنیادی طور پر ایک سماجی آدمی ہے۔ وہ اپنے کنبے، کمیونٹی،

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

> اپنی تہذیبی، مذہبی اور اخلاقی فضاؤں میں جینے والا آدمی ہے۔ بیدی اس کردار کی پیش کش میں اس کے گردوپیش کے ماحول کی ایسی جزرس عکاسی کرتے ہیں کہ کردار اپنی زمین میں پیوست نظر آتا ہے۔ وہ دکھی ہے، غم زدہ ہے۔ سماج کا ستایا ہوا ہے۔ نامساعد حالات کے شکنجے میں قید ہے۔ لیکن اکھڑا ہوا نہیں ہے۔ اس کا المیہ یہی ہے کہ وہ اس زمین میں اپنی جڑیں پیوست کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو اس پر تنگ ہو چکی ہیں۔ (۸)

بیدی کے افسانوں کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو بچوں کی نفسیات، بوڑھوں کی نفسیات، عورت کی اور مرد کی نفسیات پیش کرنے والی کہانیوں میں سر فہرست "بھولا"، "چھوکری کی لوٹ"، "دس منٹ بارش"، "گرم کوٹ"، "ببل" اور "تلادان" ہیں۔

"دس منت بارش" میں پتلا سا کمزور سالڑکا جو ہر وقت اپنی ماں کی ڈانٹ پھٹکار سہتا ہے لیکن اس جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ "بھولا" افسانے کا بھولا، "تلادان" کا بابو، "چھوکری کی لوٹ" کا پرسادی، "گرم کوٹ" کی پشپا، "ببل" کا ببل، یہ تمام کردار حالات کے مطابق مختلف نفسیات اور مزاج کے حامل ہیں۔ ان سب کے شوق، دلچسپیاں، مطالبے مانگیں متضاد اور تنوع ہیں۔

بیماروں کی نفسیات، تندرست انسان کی نفسیات سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت لاچار اور بے چارگی کا مجسمہ بنے نظر آتے ہیں۔ ان کے مزاج میں چڑچڑاپن، جھنجلاہٹ بے یقینی، زندگی کی بے ثباتی، موت کا دھڑکا، اور شکوک وشبہات کی خوب صورت عکاسی افسانہ "ہم دوش، کوارنٹین، اور وٹامن بی میں کی گئی ہے۔

بیدی نے چھوکری کی لوٹ، گرہن، غلامی، "صرف ایک سگریٹ" افسانے کے ذریعے پندرہ گھرانوں کے سماجی مسائل، ثقافت، نفسیاتی، مذہبی اور گہری ذہنی نفسیاتی کشمکشوں کو محور بنایا ہے۔ صرف ایک سگریٹ اور بھولا، میں ایک بوڑھے، بیوہ عورت، بچے اور بیٹے کی نفسیاتی کیفیات کی مصوری کی ہے۔

صرف ایک سگریٹ کے کردار کے ذیعے بوڑھوں کی نفسیاتی کیفیات کو آشکار کیا ہے۔ ایک بوڑھے کی کیفیات سنت رام کے کردار کے ذریعے بیان کروائی ہیں۔ جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کا دل پھر بھی جوان رہتا ہے۔ دنیا اس سے بیزار ہونے لگتی ہے۔ لیکن اسے دنیا سے لگاؤ محسوس ہونے لگتا ہے۔ وہ محبت کا طلب گار ہوتا ہے۔ لیکن اجنبیت سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بنائے ہوئے گھر، پناہ گاہیں ویران ہونے لگتی ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ظاہری طور پر اس افسانے کے ذریعے ایک، بیوی، بیٹے اور اس بوڑھے کی ایک سگریٹ کی طلب کے درمیان ذود رنجی کو دکھایا گیا ہے۔ اس افسانے کے کردار احساس تنہائی کا شکار ہیں ان کے ذریعے بیدی نے ایک خاندان کی ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی تصویر کشی بے حد مہارت سے کی ہے۔

راجندر سنگھ بیدی کے افسانوی مجموعے "دانے دو ام" کے افسانہ بھولا میں بھی بیدی نے بچوں، کی، ایک بوڑھے آدمی کی اور بیوہ عورت کی نفسیاتی کشمکش کو موضوع بنایا ہے۔ بچوں کی نفسیات کے متعلق بیدی کے افسانوں کے حوالے سے شہناز نبی قمطراز ہیں۔

> بیدی نے بچوں کے بھولپن اور ان کی معصومیت سے پیار کیا ہے۔ انھوں نے ان بچوں کی آنکھوں میں پلتی ہوئی حیرانی اور ذہن میں اٹھنے والے سوالوں کو محسوس کیا ہے۔[۹]

شہناز نبی کی اس رائے سے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ وہ کہنا چاہتی ہیں کہ بیدی کو بچوں کی نفسیات سے بہت زیادہ واقفیت ہے اس کا اندازہ افسانہ "بھولا" سے ہوتا ہے جو ہمارے معاشرے کی جیتی جاگتی عکاسی ہے۔ بیدی بھولے کے کردار سے معصومانہ راز افشا کرواتا ہے اور عورت کی زبان سے ممتا کا دھانہ کھلتا ہے۔ ایک بوڑھے کی ننھے معصوم بچے کی ہمدردی، ایثار اور خوف کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

بیدی نے اپنے افسانے میں بہ یک وقت بوڑھے کے کردار سے دادا اور سسر، آدمی کے کردار سے بھائی اور ماموں اور عورت کے کردار سے ماں، بہن اور بہو کی محبت کی نزاکتوں کی خوب صورت عکاسی کی ہے اور بتایا ہے کہ ہر رشتہ محبت کا متلاشی ہوتا ہے۔ اور سب کی نفسیاتی کشمکش مختلف ہوتی ہے۔ ژاک لاکائی نے شعور اور لاشعور کو سمجھنے کا ذریعہ یا وسیلہ زبان کو قرار دیا ہے۔ بیدی کے افسانے پر ژاگ لاکاں کی یہ بات صادق نظر آتی ہے۔ اقتباس میں ملاحظہ فرمائیں۔

> ''بھولا ابھی تک سویا نہ تھا۔ اس نے ایک چھلانگ لگائی اور میرے پیٹ پر چڑھ گیا۔ بولا! بابا جی، آج کہانی نہیں سنائیں گے کیا؟
> نہیں بیٹا! میں نے آسمان پر نکلتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہوئے کہا!
> میں آج بہت تھک گیا ہوں۔
> کل دوپہر کو تمھیں کہانی سناؤں گا۔
> بھولے نے روٹھے ہوئے جواب دیا۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

میں تمھارا بھولا نہیں ہوں بابا
میں ماتاجی کا بھولا ہوں۔"(۱۰)

بیدی نے واضح کیا ہے کہ بچے معصوم فطرت پر پیدا ہوتے ہیں۔ محبت، پیار اور شفقت کے متلاشی چاہے وہ ان کو کسی بھی رشتے سے ملی ہو اس اقتباس میں معاشرے میں موجود دادا اور پوتے کی نفسیاتی تصویر کشی کی گئی ہے۔ سماج میں چاہے ان کی حیثیت جو بھی ہو لیکن دادا اور پوتے کی محبت اور پیار ازل سے ایسا ہے اور ہر دور میں ایسا ہی ہو گا۔ ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

> اگرچہ بھولا میری لمبی گھنی داڑھی سے گھبرا کر مجھے اپنا منہ چومنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ تاہم میں نے زبردستی اس کے گالوں پر پیار کی مہر ثبت کر دی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا!
> "بھولے... تیرے ماموں جی... تیری ماتا کے کیا ہوتے ہیں؟" بھولے نے کچھ تامل کے بعد جواب دیا، "ماموں جی۔"(۱۱)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ بچے دنیا کے رازوں سے واقفیت نہیں رکھتے نا ہی ذات پات کے جھگڑوں میں پڑتے ہیں۔ رشتے ناطوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ صرف پیار اور محبت کے طلبگار ہوتے ہیں فطرتاً بچے ہمیشہ ایک چیز کا تعلق دوسری چیز سے جوڑتے ہیں۔ بلکل ویسے ہی بھولے نے بھی کیا ہے اس کے ذہن میں اس کے ماموں کا جوخاکہ ہے۔ اقتباس کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

> ماموں جی اگن بوٹ لائیں گے۔ ماموں جی کلا لائیں گے۔ ماموں جی کے سر پر مکئی کے بھٹوں کا ڈھیر ہو گا بابا ہمارے ہاں تو مکئی ہوتی ہی نہیں بابا اور تو اور ایسی مٹھائی لائیں گے کہ جو آپ خواب میں بھی نہ دیکھی ہو گی۔(۱۲)

اس اقتباس سے بھولے کے پیار کی رمزیں کھلتی ہیں قاری پر جو وہ اپنے ماموں کے لیے محسوس کرتا ہے رات کے وقت سخت اندھیرے میں لالٹین لے کر باہر نکلنے سے گریز نہیں کرتا کہ اس کی وجہ سے اس کے ماموں راستہ نہ بھول جائیں۔ اس افسانے میں بہن اور بھائی محبت کی انمول محبت بھی دکھائی گئی ہے۔ جو راکھی بندوانے اپنی بیوہ بہن کے گھر جاتا ہے۔ اور اسے احساس دلاتا ہے کہ وہ دنیا میں اکیلی نہیں ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اب اس کے کندھوں پر ہے۔ اس افسانے میں بیدی نے نہ صرف رشتوں کو ایک لڑی میں پرویا ہے بلکہ ان کی نفسیات کے ساتھ بھی بھرپور انصاف کیا ہے۔

ایک عورت جو بیک وقت بہو، ماں، بہن، اور بیوہ عورت کا کردار ادا کر رہی ہے۔ اس کے حوالے سے بیدی نے تحلیل نفسی میں خیالات کو اکٹھا کرنے کے بہت (Condensation) والی اصطلاح کو استعمال کیا ہے اور عورت کے مختلف رویوں کی نفسیات پر روشنی ڈالی ہے۔

ایک آدمی کو بڑھاپے میں جن کمزوریوں، مشکلات، معذوری، اور نفسیاتی تقاضوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کی خوب صورت عکاسی کی اس اقتباس کے ذریعے کی گئی ہے۔

> بوڑھا جسم اس پر مصیبتوں کا مارا ہوا جوانی کے عالم میں تین تین من بوجھ اٹھا کر دوڑا اب بیس سیر بوجھ کے نیچے گردن چٹخنے لگتی ہے۔ بیٹے کی موت نے امید کو یاس میں بدل کر کمر توڑ دی ہے۔ اب مجھے بھولے کے سہارے ہی جینا تھا۔ ورنہ اصل تو مر چکا تھا۔ (۱۳)

افسانہ ''بھولا'' میں خوب صورت اور اہم موڑ اس وقت آتا ہے اور تمام کرداروں کی نفسیات کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔ جب بھولا گم ہو جاتا ہے۔ ماں اور دادارات دن ڈھونڈتے ہیں۔ روتے ہیں غم کی وادی میں جاتے ہیں تو ہمسایوں کی تسلی سے صبر واستقلال میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب بھولا اپنے ماحول کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا ہے۔ تو ماں بھائی کو بھول کر بیٹے کو گلے سے لگا لیتی ہے اور پیار کرتی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ گم ہوئے شخص سے محبت پاس والے سے زیادہ ہوتی ہے۔ نفسیات اور انسانی عمل کا رشتہ لاشعور سے ہے اور اس بات کی تصدیق یونگ کے نظریے اجتماعی لاشعور نے کی ہے۔ بیدی نے نہ صرف کرداروں کی ذہنیت کو وقت کا پابند بنایا ہے۔ بلکہ ان کو ہم آہنگ بھی کیا ہے۔ جو ایک حقیقی تخلیق کار کی پہچان ہے۔

افسانہ ''گرم کوٹ'' بھی بیدی کا ایک شاہکار افسانہ ہے۔ اس افسانے کو بیدی نے کلرک کی زبان سے ادا کروایا ہے۔ اور ان کرداروں کا تعلق متوسط طبقے کے گھرانے سے ہے۔ اور اس دوران کلرک کا کردار ہمیشہ احساس کمتری کا شکار رہتا ہے۔ لیکن اس کی بیوی ہمیشہ ہر حال میں اس کی دلجوئی اور ہمت افزائی میں لگی رہتی ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

> میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرا اپنا گرم کوٹ، بالکل پھٹ گیا ہے اور اس سال ہاتھ تنگ ہونے کے باوجود مجھے ایک نیا گرم کوٹ ضرور سلوانا چاہیے... میں اپنے کوٹ کی بوسیدگی کو شدید طور پر محسوس کرنے لگتا ہوں۔ (۱۴)

اس اقتباس میں غربت وافلاس، انسان کی ذہنی کمزوریوں اور احساس کمتری کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ ذہنی

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کمزوریوں اور احساس کمتری کا اعتراف ایڈلر نے انفرادی نفسیات کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے مطابق انسان ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور ذہنی پیچیدگیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ اس وقت انسان خود کی بجائے کسی دوسرے کے وجود کا حصہ بننا چاہتا ہے۔ اس کو اپنا آپ بے کار اور کمتر محسوس ہوتا ہے۔ بیدی نے اپنے افسانے میں اس کلرک کے کردار کے ذریعے درمیانے درجے کے خاندان کی پریشانیوں، الجھنوں اور مجبوریوں کو منظرِ عام پر لایا ہے۔ کلرک کا ذہن منفی سوچ کے زیرِ اثر ہے۔ اس کے باوجود بیوی اور بیٹی کی خواہشات اور ضروریات کو پورا کرنے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔ اس سلسلے کے لیے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> مجھے دیکھتے ہی پشپا منی نے اپنا ناچ اور گانا ختم کر دیا۔ بولی بابو جی آپ آ گئے۔ آج بڑی بہن (استانی) نے کہا تھا کہ میز پوش کے لیے دوسوتی لانا اور گرم کپڑے پر کاٹ سکھائی جائے گی۔ گنیاماپ کے لیے اور گرم کپڑا...(۱۵)

اس اقتباس سے پتا چلتا ہے کہ اس وقت کلرک کے کوٹ کی بات ہو رہی تھی بچی کی اس فرمائش کو سن کر ماں اس کو ڈانٹ دیتی ہے۔ تو بچی رونے لگتی ہے اور باپ سے فرمائش کرتی ہے۔ انسان معاشی طور پر کمزور ہو، وسائل کم ہوں تو بچوں کی نفسیات پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس کا اندازہ افسانہ ''گرم کوٹ'' سے ہوتا ہے۔ اگر منفی اثرات کے باوجود مثبت کام کیے جائیں تو اور اس عمل سے ارتفاع کا عمل وجود میں آتا ہے۔ اس نظریے کے مولد کولرج اپنی تصنیف ***On the Subline*** میں لکھتے ہیں۔

لیکن تحلیل نفسی میں فرائیڈ کے بتائے ہوئے اصولوں میں اسے فرد کے خیالات کے تبدل و تغیر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور کلرک کے کردار پر بھی اس نظریے کا اطلاق ہوتا ہے ارتفاع کے نظریے کے مطابق کلرک اپنے کوٹ کو چھوڑ کر بیوی اور بچوں کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ اور دوسری طرف بیدی نے عورت کی اخلاقیات کو سراہا ہے جو اپنے شوہر کے مثبت اثرات کو قبول کرتی ہے اور اس کا ساتھ دیتی ہے اور اس کی تسکین کا باعث ہے۔ افسانہ ''گرم کوٹ'' میں بیدی نے غربت کی چکی میں پیسے ہوئے تین کرداروں کا نفسیاتی اور ہمدردانہ مطالعہ پیش کیا ہے۔

تحلیل نفسی کے تناظر میں دیکھیں تو فرائیڈ نے خواب کو خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے لیکن بیدی نے ان کرداروں کے ذریعے ان کو حقیقت کا روپ دینے کی کوشش کی ہے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> کانٹوں کی دکان میں میں نے کئی چوڑیاں کانٹے دیکھے اپنے تخیل پختہ کاری سے میں شمی کو

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کافوری سفید سوٹ میں ملبوس ذہنی تصویر کو کانٹے پہنا کر پسند یا ناپسند کر لیتا۔[۱۶]

افسانے ''گرم کوٹ'' میں بیدی نے کلرک کے کردار سے خیالات کو بر طرف کرنے کا کام لیا ہے۔ افسانہ ''تلادان'' کی حیثیت بھی شاہکار کی ہے اس میں بھی امیری اور غریبی کے باعث پیدا ہونے والے احساس کمتری اور احساس برتری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ افسانہ ''تلادان'' ایک دھوبی کے بیٹے کی کہانی ہے۔ والدین نے بچے کا نام بابو رکھا تو وہ سچ مچ میں بابو بننے کی کوشش کرتا ہے تو معاشرہ اس کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ بابو نام رکھنا اس کی خوب صورتی اور سفید رنگ کی وجہ سے تھا۔ بابو کے اندر بابو والا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ پھر تمام حرکات کرتا ہے جو امیر لوگ کرتے ہیں۔ امیر بچوں کو دوست بنانا والدہ سے بد تمیزی سے بات کرنا۔ لیکن جلد ہی اس کو احساس کمتری کا احساس ہو جاتا ہے جب وہ اپنے امیر کبیر دوست کی سالگرہ پر جاتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> جب اپنے دوست سکھ نندن کو ملنے کے لیے بابو نے اگے بڑھنا چاہا تو ایک شخص نے اسے چپت دکھا کر وہیں روک دیا اور کہا... خبر دار دھوبی کے بچے دیکھتا نہیں کہاں جا رہا ہے۔ بابو تھم گیا، سوچنے لگا۔[۱۷]

افسانہ ''تلادان'' میں بیدی نے بابو کے کردار کے ذریعے نسلی امتیازیات، ذات پات، اونچ نیچ اور امیری، غریبی کے جھگڑوں کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ معاشری نے اسے اس وقت اس کی کم مائیگی کا احساس دلایا جب وہ اپنے دوست کو مل کر جنم دن کی مبارک دینا چاہتا تھا۔ بابو کا تعلق ایسے متوسط گھرانے سے تھا یہاں پر عام طور پر دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد پہلے بچے کی اہمیت کم ہو جاتی ہے لیکن اس کے ذہن میں ایک نہ ختم ہونے والے سوالوں کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ جس کی خبر اس کی ماں کو تھی ہی نہیں جو اس کی طرف توجہ دیتی۔ چنانچہ وہ احساس کمتری میں ڈوب جاتا ہے۔ اپنی انا کی تسکین کے لیے اور بدلے کے طور پر جب دوست آتا ہے تو تو وہ اس سے نہ تو ملتا ہے بلکہ ماں سے بھی بد تمیزی کرتا ہے۔ اس ضمن میں اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ''شرم تو نہیں آئی تجھے۔'' ماں نے کہا، ''اتنے بڑے سیٹھوں کا لڑکا آوے تجھے بلانے کے لیے اور تو یوں پڑا رہے... گدھا۔''
>
> بابو نے کہنیاں ہلاتے ہوئے کہا، ''میں نہیں جانے کا ماں...''
>
> ماں نے بڑا کہا، تو بابو بولا، ''سچ سچ کہہ دوں ماں... میں جانتا ہوں، میری کسی کو ضرورت نہیں... واویلا کرو گی تو کہیں چلا جاؤں گا۔''[۱۸]

بابو کے احساسات بہت شدید تھے اس کو محسوس ہوتا تھا کہ ایک ہی عمر کے دو بچوں میں اتنا فرق ہے۔ میری کسی کو ضرورت نہیں لیکن سکھ نندن کی اس کے ماں باپ کے لیے بہت اہمیت ہے وہ اسی احساس کمتری کے ساتھ بیمار ہو جاتا ہے۔ اس اس کی تسکین تب حاصل ہوتی ہے۔ جب وہ خود کو تلادان میں تلتا دیکھتا ہے۔ تو خاص قسم کا روحانی سکون محسوس کرتا ہے۔

افسانہ ''تلا دان'' میں بھی تحلیل نفسی کی اہم اصطلاح کو استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں احساس کمتری کا احساس نمایاں تھا جس طرح ایڈلر نے اس نظریے کی وجوہات بیان کی تھیں۔ بالکل اسی طرح بیدی نے افسانے میں بابو کا ساتھ دیتے ہوئے اس کے ذہن میں یہ نقش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بھی اہم ہے اس کو بھی اناج میں تولا جارہا ہے۔ یہ افسانہ اجتماعی لاشعور کے حصے میں آتا ہے۔ افسانہ ''ببل'' بھی بیدی کا شاہکار افسانہ ہے۔ اس میں بیدی نے بچے کی معصومیت کی خوب صورت عکاسی کی ہے۔

ایک ہی وقت میں عورت، مرد اور بچے کی نفسیاتی کشمکش کو موضوع بنایا ہے۔ بھولا ایک بھکارن کا بچہ ہے۔ اور افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ جو غیر شعوری ارادوں کا عزم رکھتا ہے اور درباری لال کو کوئی بھی انتہائی شعوری قدم اٹھانے سے منع کرتا ہے۔ اس ضمن اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ببل ایک تندرست بچہ تھا۔ گول مٹول نرم نرم... اس نے یوں تو کئی دانت نکالے تھے۔ لیکن نیچے کے دو دانت نسبتاً بڑے سے تھے۔ کمینہ ہنستا والٹ ڈزنی کا خرگوش معلوم ہوتا ہے۔ آج تک کوئی ایسا دکھائی نہ دیا جو ببل کو ہنستے دیکھ کر بے اختیار نہ ہنس دیا ہو۔ (۱۹)

اس افسانے میں بیدی نے ببل کے کردار کے ذریعے درباری لال کو جگایا اور تحلیل نفسی کے تجربے سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسان کے شعوری عمل میں لاشعور کا کچھ نہ کچھ حصہ ہوتا ہی ہے۔

افسانہ ''ببل'' کے ذریعے بیدی کے ذہن کی پوشیدہ گتھیاں سامنے آئی ہیں۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ببل کی ماں مصری ایک بھکارن تھی احتیاج کی بنا پر اس نے چھوٹی سی عمر میں ببل کو بھیک مانگنے کا فن سکھا دیا تھا...
>
> وہ بابو قسم کے کسی بھی آدمی کے پاس کھڑی ہو جاتی اور ببل ریہرسل کیے ہوئے ایکٹر کی طرح اس آدمی کی قمیض یا دھوتی کھینچنے لگتا۔ جو اسے مطلوب ہوتی آدمی دیکھتا، نظریں مچاتا، پھر دیکھتا اور بے اختیار وہ چیز خرید کر ببل کے ہاتھ میں تھما دیتا۔ (۲۰)

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اس افسانے میں بیدی نے ہندوستانی تہذیب کی نمائندگی کی ہے۔ تحلیل نفسی میں یونگ کے اجتماعی لاشعور کے تناظر میں اس بات کو اہم سمجھا جاتا ہے۔ ایک انسان کی ذہنیت پورے معاشری کی ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے۔

انسان جس طرح شعوری طور پر معاشرے کا پابند ہے اس کی حدود و قیود کو سمجھتا ہے بالکل اسی طرح لا شعوری طور پر اس سے مماثلت رکھتا ہے بک کی تربیت کا راز بھی اسی میں موجود ہے۔ اس افسانے کے کرداروں نے لاشعوری عوامل کے پیشِ نظر، معاشرتی ہم آہنگی سے شعوری عوامل تک رسائی پائی ہے ببل کے کردار کی وجہ سے سیتا اور درباری لال گناہوں کی دلدل میں گرنے سے بچ جاتے ہیں۔ بیدی کے افسانوں میں بچوں کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ بچوں کے کردار کے ذریعے بیدی نے معاشرے میں پنپنے والی بہت سی برائیوں کو بے نقاب کیا ہے۔

اس کے افسانوں میں بچوں کے کردار درمیانے متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ذہین بھی ہیں اور ان کے سوالوں کے جواب دینے میں بھی مشکل محسوس ہوتی ہے۔ کیوں کہ ہمارے معاشرے میں بڑے اس معاشرے میں پلنے والی برائیوں، بے انصافی اور طبقاتی جھگڑوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ لیکن بچہ اس ماحول سے واقف نہیں اس کی مطابقت نہیں ہے تو وہ ان سے سوال کر بیٹھتا ہے۔ ''تلادان'' کا بابو یہ سوچتے سوچتے تھک جاتا ہے کہ آخر ایک برہمن اور کارندے میں کیا فرق ہے؟

لیکن اس کو اس کا جواب نہیں ملتا۔ بیدی کے افسانوں میں زیادہ تر بچوں کے کردار موجود ہیں۔ کہیں بھولے کی صورت میں بھٹکنے والوں کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں اور کہیں ببل بن کر عورت اور مرد کے درمیان مقدس رشتے کی ڈور باندھتے ہیں۔

کہیں اچھوتوں کی قطاروں میں کھڑا اپنا استحصال ہوتے دیکھتا ہے اور دل ہی دل میں کڑھتا ہے۔ سرمایہ دار طبقوں سے اپنی ہتک کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ بیدی نے یہ سب کچھ بچوں کے کردار کے ذریعے کہلوایا ہے۔ جو سب کچھ وہ خود کہنا چاہتا ہے۔ جو سوال اس کے دماغ میں پنپتے رہتے ہیں۔ حاصل کلام رہے یہ ہے کہ بیدی کے افسانوں میں بچوں کی نفسیات کا گہرا شعور معنویت کے ساتھ ملتا ہے۔ ''بھولا'' افسانہ کا بھولا، تلادان کا بابو، چھوکری کی لوٹ کا پرسادی ببل کا ''ببل'' یہ سب ایسے کرداد ہیں جو اپنی نفسیاتی کشمکش کے ساتھ ابھرتے ہیں تو بے شمار سوال سامنے آ جاتے ہیں جن کے جواب ہمیں اپنے ارد گرد معاشرے میں نظر آتے ہیں۔ بیدی کے یہ سب کردار ہمیشہ معاشرے میں زندہ رہیں گے۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

حواشی

۱۔ ڈاکٹر سید محمد حسن، ''ابتدائی نفسیات''، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۲۰۱۴ء)، ص ۱۲
۲۔ ایضاً، ص ۱۳
۳۔ شکیل الرحمٰن، ''ادب اور نفسیات''، (پٹنہ: اشاعت گھر، سن ندارد)، ص ۴
۴۔ پروفیسر کلیم الدین احمد، ''تحلیلِ نفسی اور ادبی تنقید''(Psyco-analysis and Literary Criticism)، مترجم، ممتاز احمد، (پٹنہ: بہار اردو اکادمی، ۱۹۹۰ء)، ص ۱۸
۵۔ شکیل الرحمٰن، ''ادب اور نفسیات''، ص ۵
۶۔ دیوندر اِسر، ''ادب اور نفسیات''، (دہلی: مکتبۂ شاہرہ، اپریل ۱۹۶۳ء)، ص ۲۹
۷۔ شہناز نبی، ''بیدی: ایک جائزہ''، (کلکتہ: آفسٹ پرنٹر ایلیٹ روڈ، سن ندارد)، ص ۳
۸۔ وارث علوی، ''راجندر سنگھ بیدی: ایک مطالعہ''، (دہلی: ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۸۳
۹۔ شہناز نبی، ''بیدی: ایک جائزہ''، ص ۹۳
۱۰۔ راجندر سنگھ بیدی، ''مجموعہ (افسانے، ناول، ڈرامے)''، تحقیق متن و تدوین صلاح الدین محمود، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۱
۱۱۔ ایضاً، ص ۱۹
۱۲۔ ایضاً، ص ۲۴
۱۳۔ ایضاً، ص ۲۰
۱۴۔ راجندر سنگھ بیدی، ''مجموعہ (افسانے، ناول، ڈرامے)''، ص ۴۹
۱۵۔ ایضاً، ص ۵۲، ۵۱
۱۶۔ ایضاً، ص ۵۴
۱۷۔ راجندر سنگھ بیدی، ''مجموعہ (افسانے، ناول، ڈرامے)''، ص ۱۰۲
۱۸۔ ایضاً، ص ۱۱۲
۱۹۔ راجندر سنگھ بیدی، ''مجموعہ (افسانے، ناول، ڈرامے)''، ص ۵۲۷
۲۰۔ ایضاً، ص ۵۲۸

مآخذ

۱۔ احمد، کلیم الدین، پروفیسر، ''تحلیلِ نفسی اور ادبی تنقید''(Psyco-analysis and Literary Criticism)، مترجم، ممتاز احمد، پٹنہ: بہار اردو اکادمی، ۱۹۹۰ء

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۲۔ اِسر، دیوندر، ''ادب اور نفسیات''، دہلی: مکتبۂ شاہرہ، اپریل ۱۹۶۳ء

۳۔ بیدی، راجندر سنگھ، ''مجموعہ (افسانے، ناول، ڈرامے)''، تحقیق متن و تدوین صلاح الدین محمود، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء

۴۔ شکیل الرحمٰن، ''ادب اور نفسیات''، پٹنہ: اشاعت گھر، سن ندارد

۵۔ علوی، وارث، ''راجندر سنگھ بیدی: ایک مطالعہ''، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء

۶۔ محمد حسن، سیّد، ڈاکٹر، ''ابتدائی نفسیات''، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۲۰۱۴ء

۷۔ نبی، شہناز، ''بیدی: ایک جائزہ''، کلکتہ: آفسٹ پرنٹر ایلیٹ روڈ، سن ندارد